نبیلہ ابر راجہ

مکمل ناول

نویں اور آخری قسط

"رنم سیال' ملک ایبک کے ساتھ اس کی جاگیر دیکھنے جارہی تھی۔ گاڑی نہروالی سڑک کے ساتھ ساتھ ہموار رفتار سے دوڑرہی تھی۔ کھلے شیشے سے ہوا کے ٹھنڈے جھونکے رنم کے بالوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کررہے تھے۔ اس کے بال بار بار اڑ کر ایبک کے کندھے سے ٹکرا رہے تھے اس کے دل میں گدگدی سی ہورہی تھی۔ ایبک کی توجہ ڈرائیونگ کی طرف تھی۔ رنم سیال نے دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر میوزک پلیئر آن کردیا۔ تب ایبک چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ دھیرے سے مسکرادی۔

بن پوچھے میرا نام پتا
رسموں کو رکھ کے پرے
چار قدم بس چار قدم چل دو ناں ساتھ میرے
بن کچھ کہے
بن کچھ سنے
ہاتھوں میں ہاتھ لیے
چار قدم بس چار قدم
چل دو ناں ساتھ میرے

رنم اسٹیئرنگ ویل پہ جمے ایبک کے مضبوط مردانہ ہاتھوں کو دیکھے جارہی تھی۔ اس کی نظروں کے ارتکاز سے ایبک کی توجہ ایک ثانیے کے لیے تقسیم ہوئی۔ رنم کی آنکھیں لودیتے جذبوں سے دہک رہی تھیں نگاہیں ملنے پہ اس نے چرانے کی یا چہرہ موڑنے کی کوشش نہیں کی۔ گانے کے بول اس کے دلی جذبوں کے عکاس تھے۔ ایبک جزبز ہورہا تھا۔ رنم سیال بہت تیزی سے اس سے بے تکلف ہوئی تھی۔ اس میں صاف گوئی اور بے باکی تھی۔ بہت آرام سے ہربات کرلیتی۔ پہلی ملاقات میں ہی اس نے ایبک سے اس کے گاؤں آنے کی بات کی تھی بقول اس کے ایبک کی طرح اسے بھی سوشل ورک سے دلچسپی ہے۔ حالانکہ اسے دور دور تک سوشل ورک سے واسطہ نہیں تھا۔ اپنے علاوہ وہ کسی کو اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں تھی۔ دوران تعلیم اسے سب دوستوں میں نمایاں رہنے کا جنون تھا اس کی گاڑی' ڈریسنگ مہنگی برانڈڈ اشیا کا استعمال' فراخدلی سے پیسے کا استعمال اس کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس کے قریبی دوست اس بات سے آگاہ ہوجاتے کہ وہ گاؤں میں عام لوگوں کی بھلائی کے لیے کچھ پراجیکٹ شروع کرنے لگی ہے تو اس کایا پلٹ پہ ضرور حیران ہوتے۔ ملک ایبک کی قربت حاصل کرنے اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کے لیے وہ کچھ بھی کرسکتی تھی۔

اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے دل کی بات کرنے کے لیے اس کے پاس وقت کم ہے۔ وہ گزرتے وقت کی تیز رفتاری سے خائف تھی۔ اس کے دلی جذبے اس کی نگاہوں سے جھلکنے لگے تھے۔ ملک ایبک نے سر جھٹک کر جیسے اس کی طرف سے دھیان ہٹالیا۔

"آپ اپنی وائف کو بھی ساتھ لے آتے۔" رنم نے پھر خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی جو اچانک ان کے درمیان در آئی تھی۔ وہ فقط سرہلا کر رہ گیا۔ حالانکہ وہ ایبک سے تفصیلی جواب سننے کی متمنی تھی۔

"میں آپ کے ساتھ اس طرح گھومتی پھرتی ہوں

زیان کو اعتراض تو نہیں ہوتا" آخر کو آپ کی نئی نئی شادی ہے۔" اس نے کرید جاری رکھی۔

"نہیں زیان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" ایبک نے مختصراً جواب دیا۔

"مجھے کئی بار فیل ہوا ہے کہ آپ دونوں میں کچھ۔۔۔" رنم نے بولتے بولتے بات ادھوری چھوڑ دی۔ وہ اپنی بات کا تاثر اس کے چہرے پہ دیکھنا چاہ رہی تھی۔ ایبک اور وہ دونوں اس وقت کھیتوں کے درمیان بنی پگڈنڈی سے گزر رہے تھے۔ ایبک اپنی جگہ رک گیا تھا۔

"آپ کو برا تو نہیں لگا۔" رنم نے اس کی خاموشی سے کچھ اخذ کرنے کی کوشش کی تھی۔

"دراصل میں نے زیان کے رویے سے اندازہ لگایا ہے کہ اسے آپ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" رنم

نے صاف گوئی سے کہا۔ ایبک کا دل لمحہ بھر کے لیے سکڑا۔ اتنے برے حالات ہو گئے تھے کہ ان دونوں کے درمیان جو سرد خلیج حائل ہو گئی تھی یہ اجنبی نوارد لڑکی کتنی جلدی اس کی تہ تک پہنچ گئی تھی۔ رنم کا ملک محل سے کوئی تعلق نہیں تھا اسے آئے ایک ہفتہ ہی تو ہوا تھا اور۔۔۔

صرف چند دنوں میں ان دونوں کے مابین تعلقات کی نوعیت سے واقف ہو گئی تھی۔ ایبک اب آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کی خاموشی اس بات کا ثبوت تھی کہ رنم کے اندازے بالکل درست تھے۔ وہ سرمستی سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی عین اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وقت ہوا سانسیں تھم گئی ہوں اور وہ صدیوں سے اس کے پیچھے پیچھے چل رہی ہو آنکھیں بند کیے خود فراموشی کے عالم میں۔ ایبک اس کے سوالوں اور اندازوں کی درستی سے خائف ہو رہا تھا۔ اس لیے تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

ٹیبل پہ بہت سے پیپرز پھیلائے ایبک اور رنم سیال اسکول کی تعمیر اور دیگر پراجیکٹ کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ ایبک کے ہاتھ میں پین تھا وہ اسے بتانے کے لیے پیپرز پہ نشاندہی کر رہا تھا۔ ایبک اور وہ کرسی جوڑے پاس پاس بیٹھے تھے۔ ایبک کے مردانہ پرفیوم کی مہک رنم بڑی وضاحت کے ساتھ محسوس کر رہی تھی۔ اس کی توجہ ایبک کی بتائی جانے والی تفصیلات کی طرف چنداں نہیں تھی۔ بلکہ وہ ایبک کی طرف متوجہ تھی۔ زیان تین چار بار وہاں سے گزری اور تین چار بار ہی انہیں مگن پایا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اس طرف نہیں آئی۔ وہاں ایبک اور رنم کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔ زیان خود کو مصروف رکھنے کے لیے کچن میں آ گئی۔

ایبک اور رنم جہاں بیٹھے تھے وہاں سے کچن کافی قریب تھا۔ زیان کو کچن میں گئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ وہاں سے زور زور سے رونے کی آواز آنے لگی سو فیصد یہ آواز زیان کی تھی۔ ایبک نے محسوس کر لیا تھا۔ وہ اور رنم ایک ساتھ وہاں پہنچے تھے۔ گھر میں کام کرنے والی دیگر ملازمائیں بھی صورت حال سے آگاہ ہونے پر بھاگی بھاگی آئیں پر ایبک نے سب کو وہاں سے ہٹا دیا۔ رنم نے معنی خیز نگاہوں سے ایبک کی سمت دیکھا۔ زیان کی نظر بہت حساس تھی اور ابھی تو ویسے بھی اس کی سب حسیات ان دونوں کی طرف متوجہ تھی۔ کچن میں آ کر اس نے سبزی کاٹنے کی کوشش کی تھی۔ دھیان سارا ایبک اور رنم کی طرف تھا اس لیے سبزی کاٹتے کاٹتے اس کے ہاتھ پہ چھری سے اچھا خاصا گہرا کٹ لگ گیا تھا۔ جس سے بھل بھل خون بہہ رہا تھا۔ اس بہتے خون کو دیکھ کر وہ زور زور سے رو رہی تھی۔ ایبک کو پہلے غصہ آیا پر اس کے ہاتھ سے بہتے خون کو دیکھ کر دھیما پڑ گیا۔ افشاں بیگم بھی وہاں پہنچ گئی تھیں۔ وہ زیان پہ خفا ہو رہی تھیں۔ اس کا رونا دھونا اسی طرح جاری و ساری تھا۔

ایبک نہ تو اس کے قریب گیا نہ کسی ہمدردی کا اظہار کیا بس دیکھ کر پلٹ گیا۔ وہ پھر سے رنم اور پیپرز کے ساتھ مصروف عمل تھا۔ زیان ہاتھ پہ بینڈیج کروا کر اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ سلمیٰ نے ٹنکچر آیوڈین سے خون صاف کر کے اس کے ہاتھ پہ پٹی لپیٹی تھی۔

رنم سیال کی نگاہ اس کے دل میں خنجر کی طرح اتری تھی۔ اوپر سے ایبک کا رویہ۔ وہ بولنا چاہ رہی تھی' احتجاج کرنا چاہ رہی تھی پر ازلی خود سری اور ضد نے زیان کے منہ پہ تالے ڈال دیے تھے۔ وہ کیوں ایبک کے سامنے اپنی زبان کھولے وہ اتنا زیرک' باشعور اور سمجھدار ہے اس کی ذرا سی حرکت اور تاثرات سے اس کے محسوسات کی تہ تک پہنچ جاتا ہے پھر اس بار وہ کیوں نہیں سمجھ پا رہا ہے۔ اور رنم سیال جانے کیا بلا ہے جو ایبک پہ قابض ہونے کی کوشش کر رہی ہے اسے پھانس رہی ہے۔ اس کے گھر میں بیٹھ کر اسے

جلانے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ ہوتی کون ہے۔ زیان روتے روتے خود سے لڑ رہی تھی۔

اس کی مخصوص حس نے رنم سیال کے بارے میں مخصوص اشارہ دے دیا تھا۔ پر وہ جان کر بھی انجان بننے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسے خود سے اقرار کرتے ہوئے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اسے ماننے میں قبول کرنے میں خود کو سمجھانے میں کوئی مشکل نہیں آتی اگر وہ رنم کی نگاہوں میں وہی تحریر نہ پڑھ لیتی جو اس کے اپنے دل پہ لکھی تھی۔ رنم کی نگاہوں میں محبت جیسا طاقت ور جذبہ پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

زیان کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آرہا تھا کہ بوا رحمت اس کے سامنے بیٹھی ہیں۔ زندہ سلامت جیتی جاگتی۔ زیان بھاگ کر ان سے لپٹی تھی۔ انہیں چومتے ہوئے وہ روئے جا رہی تھی۔

"بوا آپ کہاں چلی گئی تھیں میری شادی پہ بھی نہیں آئیں۔" وہ روتے روتے نروٹھے پن سے گویا ہوئی۔ بوا کے لیے زیان کی شادی خوش گوار سرپرائز سے کم نہ تھی۔

نواز انہیں ملک محل پہنچا کر واپس جا چکا تھا۔ زیان جلد از جلد سب کچھ جان لینا چاہتی تھی۔ اس کے چہرے پہ سچی مسکراہٹ تھی۔ عنیزہ ان سے بے پناہ محبت اور احترام سے ملی تھیں۔ اب زیان انہیں گھیرے بیٹھی تھی۔ وہ محل نما گھر دیکھ کر مرعوب ہو رہی تھیں یہ بات ان کے لیے اطمینان کا باعث تھی کہ زیان اس محل نما گھر کی مالکہ بن گئی ہے۔ وہ دل میں اللہ کی شکر گزار تھیں۔

نئے گھر، نئی جگہ میں وہ سب پرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ تینوں بچوں کا داخلہ بھی اچھے تعلیمی ادارے میں ہو گیا تھا، ساتھ یہ علاقہ ہر طرح سے محفوظ تھا اس کی اپنی سیکورٹی تھی کوئی انجان شخص تصدیق کروائے بغیر یہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ اب وہاب کی طرف سے کوئی خوف نہ تھا۔ بوا کو زیان کی یاد ستا رہی تھی۔ زرینہ بیگم سے اجازت لے کر وہ نواز کے ساتھ یہاں تک پہنچی تھیں۔

عنیزہ، بوا سے برسوں بعد ملی تھیں۔ دونوں کھل مل کر باتیں کر رہی تھیں۔ زیان کی خوشی دیکھنے والی تھی وہ بوا کو اپنے گھر لے آئی انہیں سب سے ملوایا۔ ایبک زیان کے شوہر کی حیثیت سے ملا انہوں نے گہری نگاہ سے اسے دیکھا پھر دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھائے۔ بوا زیان کے بارے میں گزرے لمحوں کا احوال بتا رہی تھیں جس میں تعریفی پہلو نمایاں تھا۔ رنم غور سے ان کا جائزہ لے رہی تھی۔ واضح طور پہ اسے زیان کی بوا پسند نہیں آئی تھیں کیونکہ انہوں نے ہی زیان کو پالا پوسا تھا وہ اس کی زندگی کے اتار چڑھاؤ سے واقف تھیں۔ جو منصوبہ وہاب کی آمد سے اس نے تیار کیا تھا بوا کے منظر عام پہ آنے کے بعد اس منصوبے کی ناکامی کا امکان تھا لیکن رسک تو ہر حال میں لینا تھا۔

افشاں بیگم بوا کی باتیں بہت دلچسپی سے سن رہی تھیں۔

"اتنی سی تھی زیان۔ میں اسے تیار کر کے اسکول بھیجا کرتی تھی۔" بوا نے ہاتھ سے زیان کا سائز بتایا تو ایبک کے لبوں پہ مسکراہٹ آگئی۔ "پڑھائی میں بہت تیز تھی میری بچی۔ ذرا سا دھیان دینے سے ہی اچھے

نمبر لیتی تھی۔ کبھی اس نے مجھے تنگ نہیں کیا۔ آج کل کی لڑکیوں والے چھل فریب 'ناز و انداز کچھ بھی نہیں ہے میری بچی میں۔ بہت رشتے آئے میری بچی کے اچھے اچھے گھرانوں سے۔ لیکن امیر میاں نے کہا ذیان ابھی بیس کی بھی نہیں ہوئی ہے میں اتنی جلدی شادی نہیں کروں گا۔ ساتھ ذیان کو پڑھنے کا بھی بہت شوق تھا۔ شادی کا نام سنتے ہی غصے میں آجاتی شور کرتی کہ میں نے شادی نہیں کرنی۔" بوا مسکراتے ہوئے بتا رہی تھیں۔ ذیان مرکز نگاہ' موضوع گفتگو بنی ہوئی تھی۔ رنم سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ یہ بڑھیا اپنی سادگی میں ہر بات بتاتی جا رہی تھی۔

"ایبک اسکول کی تعمیر کب تک مکمل ہو گی؟" رنم نے ایبک کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

"ہوں نہہ۔" وہ عدم توجہ سے بولا۔ رنم نے دوبارا اپنا سوال دہرایا۔ اتنے میں ذیان کا سیل فون بجنے لگا۔ وہ اس کے سامنے ٹیبل پہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اٹھایا۔ وہاب کی کال آ رہی تھی۔ ایک دم اس کے چہرے کی رنگت بدلی اور اس نے کال منقطع کر دی۔ وہ پھر کال کر رہا تھا۔ ذیان نے سیل فون ہی آف کر دیا۔ اس کی حالت بری ہو رہی تھی۔ وہ بہانہ کر کے سب کے درمیان سے اٹھ آئی۔ اب ایبک کا فون بج رہا تھا۔ وہ معذرت کر کے کال سنتے باہر آ گیا۔

"مسٹر ایبک آپ کی وائف نے تو سیل فون آف کر دیا ہے۔ اس لیے آپ سے رابطہ کیا ہے۔"

اس کے پہلے جملے نے ہی ایبک کو جلتے توے پہ بٹھا دیا۔ وہ اس کی بیوی کا ذکر کر رہا تھا۔

"کون ہو تم اور کال کرنے کا مقصد؟" اس نے غصے پہ قابو پا کر معتدل انداز میں کہا۔

"میں وہاب ہوں۔ آپ کے دولت خانے پہ پہلے بھی حاضری دے چکا ہوں۔ یقین نہ آئے تو اپنی ساس سے پوچھ لیں۔" وہ جو کوئی بھی تھا اسے پریشانی میں ڈال چکا تھا۔

"اب کیا ہے یہ بتاؤ۔"

"میں آپ سے ملاقات کر کے کچھ حقائق آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ٹائم دیں میں ملنے حاضر ہو جاؤں گا۔" وہ بہت مہذب انداز میں بات کر رہا تھا۔

"او کے وہاب کل کسی بھی وقت آ جاؤ۔" ایبک نے بات کر کے فون بند کر دیا۔ حویلی سے جاتے وقت نینال نے بھی اس سے بات کی تھی اور کسی اجنبی نوجوان کی آمد کا ذکر کیا تھا۔ وہ گاؤں آیا تو مصروفیات میں اس غیر اہم بات کو بھول بھال گیا۔ ذیان کے سیل فون پہ اس کے سامنے ہی تو کال آئی تھی' اس نے سنے بغیر رابطہ ہی منقطع کر دیا تھا بعد میں بہانے سے اٹھ گئی تھی۔ جانے یہ وہاب نامی شخص کون تھا اور کون سے حقائق اس کے علم میں لانا چاہ رہا تھا۔ ذیان کو عنیزہ چچی کو وہ کیسے جانتا تھا۔

فون سننے کے بعد وہ دوبارہ بوا کے پاس آ کر بیٹھا تو اس کا چہرا سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس کے تاثرات سے رنم کو اندازہ ہوا کہ وہاب نے منصوبے کے پہلے حصے پہ عمل کر دیا ہے۔ کیونکہ ذیان بھی وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ بوا اس کی تعریفوں کے پل باندھ رہی تھیں۔ رنم دل ہی دل میں استہزائیہ مسکرا رہی تھی۔ ذیان کی کہانی کا بہت جلدی دی اینڈ ہونے والا تھا۔ وہاب آہستہ آہستہ کامیابی کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ وہاب اس کے لیے امداد غیبی تھا ورنہ وہ کبھی بھی اپنے منصوبے پہ عمل نہ کر سکتی تھی۔ بوا رحمت جو ذیان کی تعریفیں کر کے رنم کا دل جلا رہی تھیں ان کا بھانڈا پھوٹنے والا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ملک صاحب مجھے یہ آپ کے دوست کی بیٹی کچھ خاص پسند نہیں آئی ہے۔" ملک جہانگیر کے گرد لحاف درست کرتے ہوئے افشاں بیگم نروٹھے پن سے گویا ہوئیں۔

"کیوں کیا ہوا ملکانی! کیوں پسند نہیں آئی؟" ملک جہانگیر موڈ میں تھے اس لیے ان کی بات کا برا نہیں مانا۔

"جب سے آئی ہے ایبک کو لے کر نکل جاتی ہے

بھی کہتی ہے مجھے گاؤں دکھاؤ تو کبھی اسکول۔ ہروقت اس کے پاس بیٹھی رہتی ہے۔ ایک ایک بار بھی اس کے ساتھ زیان کو لے کر نہیں گیا۔"

"ارے اس کے دل میں انسانیت کا درد ہے غریبوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہے وہ تب ہی تو گاؤں آگئی ہے۔" ملک جہانگیر رسان سے بولے۔

"آپ نہیں جانتے ملک صاحب میں نے جو دیکھا اور محسوس کیا ہے اس کی آنکھوں کا رنگ وہ نہیں ہے جو عام عورت کا ہوتا ہے۔ وہ ہمارے ایبک میں کچھ اور طرح کی دلچسپی لے رہی ہے۔ صرف ایک ملاقات میں ہی اتنی بے تکلف ہوئی کہ یہاں ہمارے گھر پہنچ گئی۔ ٹھیک ہے آپ کے دوست کی بیٹی ہے لیکن مجھے اس کے عادات و اطوار کچھ بھائے نہیں ہیں۔"

"ارے تمہارا وہم ہوگا' یہ کہ وہ ایبک میں خاص دلچسپی لے رہی ہے۔ وہ شادی شدہ بیوی والا ہے۔" ملک جہانگیر چنداں ان کی بات کو اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ افشاں بیگم غصے سے ان کی طرف دیکھ کر رہ گئیں۔

"کرتی ہوں میں ایبک سے بات' چلتا کرے اسے یہاں سے۔ شہر میں انسانیت کا درد جگائے اپنے تنگ اور چھوٹے کپڑے پہن کر۔" افشاں بیگم نے پہلی نظر میں ہی رنم کو ناپسند کردیا تھا۔ اس کا جدید اسٹائلش پہناوا انہیں بالکل پسند نہیں آیا تھا۔ وہ شکر کررہی تھیں کہ معاذ نے انکار کردیا تھا اور ایبک کی بار خود احمد سیال کی بیٹی باہر چلی گئی تھی۔ شکر ہے ان کے دونوں بیٹے بچ گئے تھے ورنہ ملک جہانگیر کو اپنے دوست کی بیٹی بہت پسند تھی۔

ملک جہانگیر کا خاندان روایات اور پرانی قدروں کی پاسداری کرنے والا خاندان تھا۔ نوجوان نسل جدید قدیم قدروں کا مرکب تھی۔ انہیں کھلا ڈلا ماحول اور بے جا آزادی پسند نہیں تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ ان کے ہاں عورت کو کمتر یا بے زبان مخلوق سمجھا جاتا ہو۔ جائز حد میں ہر طرح کی آزادی دی گئی تھی مگر بے باکی کو پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ اور یہ بے باکی رنم میں بدرجہ اتم

موجود تھی۔

وہ بغیر دوپٹے کے سلیولیس ٹاپ میں ایبک کے ساتھ گھومتی پھرتی رات دیر تک اس کے پاس پاس بیٹھی رہتی۔ ان کے ہاں کی عورتیں ایسی نہیں تھیں۔ خود زیان شادی سے پہلے ایبک کے ساتھ لیے دیے رہتی۔ انہوں نے کبھی اسے ایبک کے ساتھ ہنستے بولتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ روایتی عورت کے نسوانی غرور سے مالا مال تھی۔ خود افشاں بیگم بھی ایسی تھیں اس لیے رنم انہیں ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہاب' ملک ایبک کے سامنے ان کے ڈرائنگ روم میں موجود تھا۔ اس کے پاس تکلیف دہ انکشافات کا خزانہ تھا۔

"زیان اور میں شروع سے ہی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر جی رہے تھے ہم۔ امیر خالو کی مرضی سے ہمارا رشتہ طے ہوا۔ سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔ زیان کے گریجویشن کر لینے کے بعد ہماری شادی ہونی تھی۔ پر زرینہ خالہ کو کسی صورت ہماری خوشی منظور نہیں تھی۔ انہیں شروع سے ہی زیان سے چڑ تھی کیونکہ وہ ان کی سوکن کی بیٹی تھی۔ ساری عمر انہوں نے زیان سے نفرت کی۔ میری امی کو زیان پسند تھی۔ میں اسے اس نفرت بھرے ماحول سے نکالنا چاہتا تھا۔ بظاہر خالہ نے ہنسی خوشی سب قبول کر لیا تھا۔ امیر خالو کے مرتے ہی انہوں نے میری اور زیان کی شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ انہیں خوف تھا کہ اس شادی کی صورت میں زیان کو اس کے باپ کے ترکے میں حصہ دینا پڑے گا کیونکہ میں نے خالہ کو صاف صاف کہا تھا کہ میں زیان کے ساتھ مزید کوئی ناانصافی برداشت نہیں کروں گا۔

خالہ نے سازش تیار کی اور خالو کا گھر بیچ کر غائب ہو گئیں۔ خود انہوں نے زیان کو زبردستی یہاں پہنچا دیا۔ میری محبت کو قتل کر دیا۔ مجھے کچھ دن قبل ہی اطلاع ملی کہ میری محبت تو کسی اور کی زوجیت میں ہے۔ وہ اپنی خوشی سے اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئی ہے' ظالم دنیا نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے۔ زیان کچھ دن اور وہاں رک جاتی تو ہم کورٹ میرج کر کے اب تک ایک ہو جاتے۔ وہ میری محبت ہے۔ میں کتنی مشکلات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ میرے لیے خوشی کا پہلو یہ ہے کہ زیان نے میری محبت کو اب تک سینے سے لگا کر رکھا ہوا ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے اپنی محبت' اپنا وجود اب تک کسی کو نہیں سونپا ہے۔ میں اس اعتماد کے سہارے یہاں تک پہنچا ہوں۔

آپ میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ چاہیں تو مجھے دھکے دے کر نامراد کر کے ذلیل و خوار کر کے یہاں سے نکال دیں' چاہیں تو میری محبت میری جھولی میں ڈال کر مجھے بامراد کر دیں' سب آپ پہ ہے ملک ایبک۔" وہ بات کے اختتام پہ اچانک اس کے پاؤں پہ جھک گیا۔ اور اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے۔ ملک ایبک بھونچکا ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بمشکل اپنے پاؤں اسے چھڑائے۔ وہاب کی اداکاری بے حد غضب کی اور جان دار تھی۔ دھڑ دھڑ ساتوں آسمان اس کے سر پر گرے تھے۔ اپنی گفتگو میں وہاب نے جس طرف اشارہ کیا تھا ملک ایبک بخوبی اس کی تہ تک پہنچ گیا تھا۔

زیان نے پہلی رات ہی آتم توش والا ڈرامہ کر کے ایبک کو خود سے دور رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ شادی سے پہلے ہی وہ اس سے کتراتی اور گریزاں رہتی۔ جیسے یہ شادی اس کی مرضی کے بغیر زبردستی ہو رہی ہے۔ گویا اس کا چپ چپ رہنا' گریزپائی کس کے قریب نہ ہونا سب کچھ وہاب کی محبت کی وجہ سے تھا۔ اسے وہاب سے ملنے سے پہلے اس بات کا علم نہیں تھا کہ زیان کن حالات میں ملک محل تک پہنچی ہے۔ گویا اس کی سوتیلی ماں نے اسے اور وہاب کو دور کرنے کے لیے یہاں بھیجا تھا۔

جب وہ شادی کا کارڈ دینے کے لیے شہر امیر علی کے گھر گئے تو ان کی بیوہ وہ گھر چھوڑ کر کسی نامعلوم مقام پہ

رہائش اختیار کر چکی تھیں گویا وہاب اپنی بات میں سچا تھا۔ ذیان کے اور اس کے مابین کیسے تعلقات ہیں اس کا علم ان دونوں کے سوا صرف اللہ کو تھا، مگر وہاب بھی ان کے تعلقات کی ذاتی نوعیت سے آگاہ تھا ظاہر ہے اسے بتانے والی ذیان تھی۔ اس کی بیوی۔ اس کے ماں باپ کی من چاہی لاڈلی بہو۔ من میں کسی اور کی چاہت کے دیپ جلائے دلہن بن کر ایبک کے گھر میں آئی تھی۔ جس طرح وہاب نے اسے ایک ایک بات سے آگاہ کر دیا تھا ایسے ذیان اسے بتا دیتی تو وہ کبھی بھی اس کے ساتھ شادی نہ کرتا۔ وہاب اپنی محبت اور جذبوں میں سچا تھا تب ہی تو اس کے پاؤں میں جھک گیا تھا۔ اس کے آنسو مگرمچھ کے تو نہیں تھے۔ اس کا دل دکھا تھا اس کی محبت چھن گئی تھی اس کے ارمانوں کا خون ہوا تھا۔ اس لیے وہ مرد ہو کر بھی رو رہا تھا۔

دکھ، اذیت و کرب کیا ہوتا ہے کوئی اس وقت ایبک سے پوچھتا۔ وہاب کا ایک ایک جملہ اس کے ذہن پہ ہتھوڑے برسا رہا تھا ایسے لگ رہا تھا اس کا وجود روح میں ڈھل گیا ہو اور اس کی روح کو کانٹوں پہ گھسیٹا جا رہا ہو۔ وہ اپنے ہمزاد کو مجسم اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھ سکتا تھا۔ اس کا ہمزاد تکلیف میں تھا شدید تکلیف میں۔ وہ تکلیف میں بھی ہنس رہا تھا ایبک پہ۔ ایبک اس سے چھپ رہا تھا چرا چھپا رہا تھا۔ وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"ملک ایبک تم نے کتنا بڑا دھوکا کھایا ہے۔ تم اس لڑکی کو دلہن بنا کر لائے ہو جو کسی اور کو پسند کرتی ہے۔ اور تم بھی تو اسے پسند کرتے ہو محبت کرتے ہو جو وہاب کو چاہتی ہے۔" وہ اسے آئینہ دکھا رہا تھا۔

ملک ایبک کے چہرے پہ اذیت رقم تھی۔ وہ کوشش کے باوجود بھی وہاب سے ایک لفظ بھی نہ کہہ پایا تھا۔ اس نے جواب میں وہاب سے اتنا بھی نہیں کہا کہ جو اتنے بڑے بڑے دعوے کر رہے ہو تمہارے پاس اس کا کوئی ثبوت بھی ہے کہ نہیں۔ وہاب اس کی مسلسل خاموشی سے اپنے من پسند نتائج اخذ کر چکا تھا۔

"آپ بس مجھ پہ ایک احسان اور کرنا۔" وہاب نے التجائیہ انداز میں ایبک کی سمت دیکھا۔ ایبک نے شکست خوردہ آنکھیں اس پہ جما دیں۔

"میری آمد کی اطلاع کسی کو نہیں ہونی چاہیے۔"

"کیوں؟" ایبک پہلی بار بولا۔

"ذیان پاگل ہے۔ ایسا نہ ہو کچھ الٹا سیدھا کر بیٹھے۔" وہاب کی طرف سے عجیب جواب موصول ہوا۔ مرد کبھی عورت پہ کھل کر اعتبار نہیں کرتا خاص طور پر اس عورت پہ جو اس کی بیوی بھی ہو۔ اپنی شریک حیات کے بارے میں چھوٹی سی ذرا سی بات اسے بدگمان کر سکتی ہے چاہے لمحہ بھر کے لیے ہی سہی وہ برگشتہ ضرور ہوتا ہے۔ تصدیق اور تحقیق کی ضرورت تو بعد میں پڑتی ہے پہلا مرحلہ شک اور بدگمانی سے بچنے کا ہوتا ہے اور وہ عورت خوش قسمت ہوتی ہے جس کا شوہر اس کی طرف سے لمحہ بھر کی بدگمانی کا بھی شکار نہ ہو۔

ایبک ذیان سے محبت کرتا تھا۔ اسے نکاح کے بندھن میں باندھنے کے بعد ایبک نے بہت سے خواب بھی آنکھوں میں سجا لیے تھے۔ اور وہاب ان خوابوں کو کرچی کرچی کرنے چلا آیا تھا۔ آتم توش والا قصہ کھلنے کے بعد ایبک ذیان کو سنبھلنے کا اپنی محبت کو پہچاننے کا موقعہ اور وقت دے رہا تھا، تاکہ وہ اس کے جذبوں کی سچائی سے واقف ہو کر خود اپنی محبت کا اقرار کرے اور اس کے بعد اس میں تبدیلی کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ اس کی خاموشی ٹوٹ گئی تھی۔ اس نے ملک محل کو اپنا گھر تسلیم کر لیا تھا۔

بابا جان اور امی اس سے خوش تھے خاص طور پہ بابا جان اسے بہت پیار کرتے تھے تو افشاں بیگم واری صدقے جاتیں، رہ گیا معاذ تو وہ ذیان کا دوست تھا۔ ذیان نے سب سچائیوں کو تسلیم کر لیا تھا۔ ماضی کی تلخیوں اور کڑواہٹ کو فراموش کر کے وہ حال میں جینا شروع کر چکی تھی۔ ایبک صرف اس کی انا کی شکست کا انتظار کر رہا تھا کیوں کہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ذیان کو اس کا رویہ ہرٹ کرنے لگا ہے۔ وہ اسے شکوہ کناں نگاہوں

سے دیکھتی ہے بولتی کچھ نہیں ہے۔ صرف ایک بار اسے بول دے کہ "ایبک میں تمہاری محبت پہ ایمان لے آئی ہوں۔" ایبک کو محسوس ہو رہا تھا اس کا انتظار زیادہ طویل نہیں پکڑے گا زیان کی توانائی اور حوصلہ کمزور پڑتا جا رہا تھا جہاں وہ تھک کر گر پڑتی ایبک اسے اٹھا کر سینے میں چھپالیتا۔ اس کا انتظار جوں کا توں تھا کہ اب وہاب اس کی جنت کو دوزخ بنانے چلا آیا تھا۔

وہ اس کی جنت میں آگ لگانے آیا تھا اور اپنا کام مکمل کر کے گیا۔ ملک ایبک کسی کو بتائے بغیر شہر آ گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اس کی شکست خوردگی کا تماشا دیکھے اسے اپنے آپ کو خود ہی سنبھالنا تھا حوصلہ دینا تھا اپنے آنسو خود صاف کرنے تھے۔

☼ ☼ ☼

"ہاہاہا زیان میں ہار کر بھی جیت گیا ہوں۔ تم یہاں آ کر یہ سمجھتی تھیں کہ مجھ سے محفوظ ہو گئی ہو۔ یہ تمہاری بھول تھی۔ اب تم ایبک کی طرف سے طلاق نامے کا انتظار کرو۔" وہ فون پہ بات کرتے ہوئے اونچی آواز میں قہقہے لگا رہا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔ ایبک محبت کرتے ہیں مجھ سے۔ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔" وہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ایسا بہت جلد ہونے والا ہے اور جب تمہیں طلاق مل جائے تو سیدھی میرے پاس چلی آنا میرے دل کے دروازے کھلے ہیں تمہارے لیے۔ ویسے میں ملک ایبک کے پاس آیا تھا تمہارے ڈرائنگ روم میں تمہارے شوہر کی میزبانی سے مستفید ہو کر گیا ہوں۔" وہ اسے ترنگ میں آ کر بتا رہا تھا۔

"وہاب تم نے یہ سب اچھا نہیں کیا ہے۔ ایبک سمیت کوئی بھی تمہاری بات کا اعتبار نہیں کرے گا۔ تم جھوٹ بولتے ہو بکواس کرتے ہو۔" وہ مسلسل اسے جھٹلا رہی تھی۔

"میرا تو فائدہ ہی فائدہ ہے ایک طرف سے پیسے ملے ہیں تو دوسری طرف سے تم ملی ہو۔ ہاہاہا۔" کامیابی کے نشے میں سرشار وہاب نے ایک اور اہم بات کا انکشاف کیا۔

"کس نے دیے ہیں پیسے تمہیں؟" وہ ہذیانی انداز میں بولی۔

"اسی نے جو آج کل ایبک کے پیچھے پاگل ہے۔" وہ اسی انداز میں بولا تو زیان کے ذہن میں تارے کی مانند ایک نام چمکا۔ زیان کی طرف سے مسلسل خاموشی پہ وہاب کو محسوس ہوا جیسے اس نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔ زیان فون بند کر چکی تھی۔ اب وہ ریسیو کرنے والی نہیں تھی۔

زیان نے اسی ٹائم معاذ سے رابطہ کیا۔ معاذ ہمیشہ اسے اچھے مشورے دیتا تھا۔ بیل جا رہی تھی پر وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ زیان نے مایوسی سے ہاتھ میں پکڑے سیل فون کو دیکھا۔ وہ ایک بار پھر معاذ کا نمبر ڈائل کرنے جا رہی تھی کہ اچانک اس سے فون گیلری کھل گئی۔ اس میں وہاب کی اس کال کی ریکارڈنگ موجود تھی جو وہاب نے اسے ابھی ابھی کی تھی۔ وہاب کی یہ کال اس نے کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ریکارڈ نہیں کی تھی بس اتفاقاً" اس نے کر لی تھی۔ اب وہ یہ ریکارڈنگ معاذ کو سنوانا چاہ رہی تھی۔ پر وہ کال ہی ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ زیان نے غیر ارادی طور پہ ملک ایبک کو کال کی، پر اس نے بھی ریسیو نہیں کی۔

☼ ☼ ☼

معاذ اسکائپ پہ آن لائن تھا اس نے زیان کی کال کی جانے والی ریکارڈنگ سن لی تھی۔ حقیقی معنوں میں آج وہ پریشان ہوا تھا۔ وہاب نے جب اسے پہلی بار کال کی تھی تو تب ہی سے زیان نے اسے شریک راز کر لیا تھا۔ وہ اس کی گزشتہ زندگی سے واقف تھا۔

"بھابھی، بھائی کہاں ہیں؟" اس نے پریشانی چھپاتے ہوئے دریافت کیا۔

"وہ کل بتائے بغیر اچانک شہر چلے گئے ہیں۔ میں نے کال کی وہ بھی نہیں اٹھائی۔"

"آپ اب انہیں کال مت کرنا اور وہاب کی کوئی

کال آئے تو اسے بھی ریکارڈ کرلیتا' لیکن اسے احساس نہ ہونے پائے اور آپ رنم سیال کی طرف سے محتاط رہیں۔

آپ ایسا کریں جاکر ارسلان چچا کو یہ سب بتادیں۔ فون ریکارڈنگ بھی سنوادیں' اور میرے ساتھ رابطے میں رہیں۔" وہ جلدی جلدی بول رہا تھا۔ زیان ہر بات پہ سعادت مندی سے سرہلا رہی تھی۔ معاذ خود بے حد پریشان تھا' مگر زیان کے سامنے نارمل پوز کررہا تھا۔

☆ ☆ ☆

ترک محبت کر بیٹھے ہم ضبط محبت اور بھی ہے
ایک قیامت بیت چکی ہے ایک قیامت اور بھی ہے
ہم نے اس کے درد سے اپنے سانس کا رشتہ جوڑ لیا
ورنہ شہر میں زندہ رہنے کی ایک صورت اور بھی ہے
ڈوبتا سورج دیکھ کر خوش ہو رہنا کس کو راس آیا ہے
دن کا دکھ سہ جانے والو رات کی وحشت اور بھی ہے
میری بھیگی پلکوں پہ جب اس نے دونوں ہاتھ رکھے
پھر یہ بھید کھلا ان اشکوں کی قیمت اور بھی ہے
اسے گنوا کے محسن اس کے درد کا قرض چکانا ہے
ایک اذیت ماند پڑی ہے ایک اذیت اور بھی ہے

دوسرے دن کا سورج بھی ڈھل چکا تھا۔ ایبک کمرا بند کیے پڑا تھا۔ اس کا سیل فون بج بج کر خاموش ہوچکا تھا۔ وہ خود میں اتنی ہمت نہیں پارہا تھا کہ کسی سے بات کرے۔ اس نے سیل فون لے کر کال ریکارڈ چیک کیا۔ سب سے آخری کال زیان کی تھی اور دو دن میں اس کی یہ واحد کال تھی۔ باقی ایک سو بیس کالز رنم سیال کی تھیں۔ اس کا ان باکس رنم کے پیغامات سے بھرا ہوا تھا۔

"ایبک آپ میری کال ریسیو کیوں نہیں کررہے ہو۔ پلیز مجھے اپنی خیریت بتادو۔ میں بہت پریشان ہوں۔" رنم سیال کی طرف سے ملنے والا یہ میسج چند منٹ پہلے کا تھا۔ پھر رنم سیال کالنگ کے الفاظ جگمگائے تو اس نے غیر ارادی طور پہ کال ریسیو کرلی۔ لاشعوری طور پہ وہ اپنا درد بانٹنا چاہ رہا تھا۔ رنم تو جیسے درد کا درماں بن کر آئی تھی۔ ایبک سب کچھ بتاتا جارہا تھا۔ رنم سیال یہی تو چاہتی تھی کہ وہ بولے اور خوب کھل کر بولے۔ جب وہ دل کی بھڑاس نکال لے پھر رنم سیال اس کے دکھتے دل پہ اپنی ہمدردی کے پھاہے رکھے۔ اسے احساس دلائے کہ وہ اس کے لیے بہت اہم ہے۔ وہ پھر کھل کر جذبات کا اظہار کرے۔

"ایبک انسان زندگی میں شادی ایک بار کرتا ہے اور یہ کام اسے سوچ کر دیکھ بھال کر کرنا چاہیے۔ ورنہ آپ کی طرح انسان ہاتھ ملتا ہے۔ آپ کے رشتے کی ابنارملیٹی میں نے چند دن میں ہی فیل کرلی ہے اور آپ خود اس چھوٹی سی بات کو بھی نہ سمجھ سکے کہ زیان کے دل میں آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

اس نے مارے باندھے شادی تو کرلی ہے' مگر تمام عمر اس رشتے کو تسلیم نہیں کرے گی اس کے دل میں آپ سے پہلے ہی کوئی اور بستا ہے وہ اسے دل سے کبھی نہیں نکالے گی۔ یعنی دوہری زندگی گزارتی رہے گی۔"

رنم سیال کی باتیں بجائے اسے تسلی دینے کے اور بھی پریشان کررہی تھیں' لیکن یہ بات تو طے شدہ تھی کہ وہ اس کے اس طرح یہاں آنے پر پریشان تھی۔ ڈھیروں مسڈ کالز اس کا ثبوت تھیں جبکہ زیان نے صرف ایک کال کی تھی ان باکس میں کوئی پیغام نہیں تھا اس کا۔

"مجھے گھر جاکر زیان سے اس معاملے پہ بات کرنی چاہیے۔ میں یہاں کیا اکیلا اپنی ہی آگ میں جل رہا ہوں۔ مجھے بات کرنی چاہیے سب صاف کرنا چاہیے۔" عقل نے اسے راستہ دکھایا تھا۔ اس نے اٹھ کر کپڑے تبدیل کیے اور تیار ہوکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے مطلوبہ وقت سے آدھے گھنٹے پہلے ہی حویلی پہنچ گیا تھا۔ صد شکر کہ کسی سے اس کا سامنا نہیں ہوا ورنہ اس کا چہرہ بہت کچھ بتانے کے لیے کافی تھا۔ وہ زیان کو ڈھونڈتا سٹنگ روم میں آیا۔ وہاں زیان تو نہیں البتہ رنم سیال بیٹھی کسی سے فون پہ بات کررہی تھی۔

"ایبک آپ آگئے تھینکس گاڈ۔ میں بہت اپ

سیٹ رہی ہوں۔ مجھے انفارم تو کر دیتے۔" اس نے ایبک کو دیکھ کر فون بند کر دیا تھا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ اپنائیت تھی۔

"مجھے اچانک جانا پڑ گیا تھا۔" اس نے سرسری انداز میں وضاحت کی۔

"مجھے پتا ہے آپ بہت اپ سیٹ ہو' لیکن ڈونٹ وری۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم اکیلے نہیں ہو۔" بلا کی بے تکلفی تھی اس کے لہجے میں۔ ایبک آپ سے تم ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی پریشانی میں رغم کی بے تکلفی نظر انداز کر دی تھی۔

"میں جا رہا ہوں بیڈ روم میں' آپ انجوائے کریں امی جان کے پاس بیٹھیں۔" ایبک لمبے لمبے ڈگ بھرتا اوپر آ گیا۔

زیان بیڈ روم میں موجود تھی۔ ایبک اچانک کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ کوئی نہ کوئی طوفان آنے والا ہے۔ وہ بے پناہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"زیان بیٹھو مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گیا۔ اس نے خود کو پر سکون کرنے کے لیے پانی پیا اور بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ زیان سمجھ گئی تھی کہ اس نے کیا بات کرنی ہے۔

"مجھے معلوم ہے میرا آپ کے ساتھ شادی کا فیصلہ غلط ہے۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ رشتہ طے کرتے وقت آپ کی مرضی معلوم نہیں کی گئی یہ بڑی غلطی تھی' مگر نہ جانے رشتہ ہونے سے لے کر شادی کے درمیانی عرصے تک میں یہی سمجھتا رہا کہ آپ مجھے پسند کرتی ہیں۔ ورنہ پہلے میں نے سوچ رکھا تھا آپ کو سوچنے کا ٹائم دوں گا شادی لیٹ کروں گا تاکہ آپ ذہنی اور جذباتی طور پہ آمادہ ہو جائیں' لیکن وہ میری غلطی تھی' میں مانتا ہوں اور شادی کے دن ہی میں نے آپ کا رویہ محسوس کر لیا تھا۔ میں آپ کے کہے بغیر جان گیا آپ کو کم سے کم مجھے تو بتانا چاہیے تھا کہ شادی میں آپ کی رضامندی شامل نہیں ہے۔

آپ کسی اور کے ساتھ وابستہ رہیں کچھ دن پہلے تک ہرگز مجھے علم نہیں تھا۔ آپ صرف ایک بار مجھے بتا دیتیں تو میں آپ کو' آپ کے گھر واپس بھجوا دیتا' لیکن ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے وہاب آپ کا انتظار کر رہا ہے۔" زیان بڑے تحمل سے اس کی ایک ایک بات' ایک ایک لفظ' ایک ایک فقرہ سن رہی تھی آخر میں اسے رہا نہیں گیا وہ بول ہی پڑی۔

"آپ میرے مستقبل کا فیصلہ کرنے والے کون ہوتے ہیں اور میں اپنے گھر میں ہی ہوں۔ مجھے اور کہیں نہیں جانا۔ مجھے کیا کرنا ہے' میں جانتی ہوں میں کوئی مٹی کا کھلونا نہیں ہوں جسے آپ اپنی مرضی کا روپ دینے پہ تل گئے ہیں۔ میری ایک اپنی شخصیت ہے' اپنا نام ہے' میں اپنے فیصلے خود کرتی ہوں۔ کون میرا انتظار کر رہا ہے' کون نہیں' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ مجھے اپنی ذات سے غرض ہے۔ بس۔ باقی دنیا کا ٹھیکا میرے ذمے نہیں ہے۔" وہ بری طرح بپھری ہوئی تھی۔ ایبک جو یہ سوچ کر آیا تھا کہ وہاں روتی دھوتی' صفائیاں دیتی زیان ملے گی اس کی جگہ آگ بگولا بنی حسینہ سے ملاقات ہوئی تھی' وہ بھی حسینہ ایٹم بم سے۔

"میں تمہارے اور وہاب کے راستے سے ہٹ جاؤں گا۔"

"بڑی خوشی سے۔۔۔ لیکن مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ میں کسی وہاب کو نہیں جانتی۔ ایک وہاب تھا روبینہ آنٹی کا بیٹا' لیکن مجھے کبھی بھی اس سے دلچسپی نہیں رہی اور نہ ہے۔ آپ چاہیں تو بوا اور زرینہ آنٹی سے تصدیق کر سکتے ہیں وہ آپ کو سب کچھ بتائیں گی' لیکن خدارا مجھے میری نظروں میں مت گرائیں' میں نے صاف ستھری لائف گزاری ہے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر۔۔۔ سر اٹھا کر۔۔۔

اور میرا یہ اٹھا سر کوئی نہیں جھکا سکتا ایک چھوڑ دس وہاب آ جائیں۔ آپ کو ہیرو بننے کا شوق ہے تو شوق سے فضول قربانیاں دیں' لیکن مجھے کسی کے ساتھ انوالومت کریں۔" زیان کا غصہ بولتے بولتے کافی کم ہو گیا تھا۔

ایبک نے مکمل توجہ کے ساتھ اسے گرجتے برستے دیکھا۔ یہ انداز محبت میں چوٹ کھائی ہوئی زبردستی شادی کی جانے والی لڑکی کا تو نہیں تھا۔ یہ تو اپنی انا اور عزت نفس کو بچانے والی' عزیز رکھنے والی کا تھا۔ جس کے لیے اس کا پندار اور نسوانی غرور سب سے بڑھ کر تھا۔ اس کے بعد ایبک کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔

☆ ☆ ☆

زیان نے آناً فاناً بوا کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کی ایک ہی رٹ تھی مجھے کچھ دن کے لیے بوا کے ساتھ جانا ہے۔ عنیزہ اسے بوا کے ساتھ بھیجنے کے حق میں نہیں تھیں۔ پہلے ہی وہ اس گھر سے بہت دکھ اٹھا چکی تھی۔ عنیزہ وہاب کی طرف سے بھی ڈری ہوئی تھیں اور سب سے بڑھ کر بوا اسے ساتھ نہیں لے جانا چاہ رہی تھیں۔

"تم اب شادی شدہ شوہر والی ہو۔ اپنے گھر میں رہو ہنسی خوشی۔" انہوں نے رسان سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"بوا میں تو صرف کچھ دن کے لیے آپ کے ساتھ جا کر رہنا چاہ رہی تھی۔" وہ روٹھے پن سے گویا ہوئی۔

"بوا کو بہت جلدی ہم یہاں لے آئیں گے کیوں بوا؟" عنیزہ نے تائید چاہنے والے انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"میں چھوٹی دلہن کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی نا اور زیان بھی بہت پیاری ہے مجھے۔ میں مہینے دو مہینے میں ملنے آجایا کروں گی۔ ناراض مت ہونا۔" زیان کو بوا کی وفا داری پہ پیار آگیا کون کسی کے ساتھ اتنا مخلص ہو سکتا تھا جتنی بوا ان کے خاندان کے ساتھ تھیں۔

"ٹھیک ہے بوا جیسی آپ کی خوشی۔ ورنہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں اور باقی زندگی آرام سے گزاریں؟"

"میں بہت خوش باش ہوں وہاں سب کے ساتھ۔" بوا نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی۔

"بوا میں کچھ دن کے بعد آؤں گی آپ سے ملنے۔"

"ہاں اپنے شوہر کے ساتھ آنا۔" جاتے جاتے انہوں نے پھر نصیحت کی تو زیان بے بس سی ہنس دی۔

☆ ☆ ☆

زیان نے براہ راست ملک جہانگیر سے بات کی۔ وہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا چاہ رہی تھی۔ داخلے کی آخری تاریخ میں چند روز ہی باقی تھے۔ ملک جہانگیر نے اسے بخوشی اجازت دے دی تھی' لیکن افشاں بیگم کو دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا۔ ایبک شہر میں تھا۔ رنم بھی اس کے ساتھ چلی گئی تھی۔ وہ دعا کر رہی تھیں کہ اب وہ ان کے گھر میں واپس نہ آئے' لیکن حیرت انگیز طور پہ خلافِ توقع وہ ایبک کے ساتھ تیسرے دن ہی لوٹ آئی۔ وہ سارا سارا دن ایبک کے ساتھ مصروف رہتی۔ وہ یہاں ایک چھوٹا سا اسپتال بنوانا چاہ رہی تھی۔ ملک ایبک نے اسپتال کے لیے اسے مفت زمین اپنے پاس سے دی تھی۔ اب وہ دونوں دن رات اسی میں لگے ہوئے تھے جبکہ زیان یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے پہ تل گئی تھی۔ ملک ارسلان ایڈمیشن فارم لے کر جمع بھی کروا آئے تھے کیوں کہ ایبک ان دنوں بہت مصروف تھا۔

ایبک کو تو زیان کی سرگرمیوں کی فکر ہی نہیں تھی۔ ادھر وہاب نے بھی کچھ دنوں سے چپ سادھ رکھی تھی۔ اس نے رنم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ترنگ میں اس نے زیان کے سامنے کیا کچھ اگل دیا ہے ورنہ اپنے وعدے کے مطابق وہ باقی پیسے اسے ہرگز نہ دیتی۔ جب ایبک طلاق نامہ سائن کر کے زیان کے حوالے کر دیتا تو رنم اسے باقی پیسے بھی دے دیتی۔ وہاب' اس کی جذباتی کمزوری سے خوب فائدہ اٹھا رہا تھا' لیکن وہ اب چڑنے لگی تھی۔ وہاب کے ساتھ ملک ایبک کی ملاقات کو اتنے دن ہو گئے تھے' لیکن ابھی تک اس ملاقات کے ویسے نتائج سامنے نہیں آئے تھے جیسے وہ توقع کر رہی تھی۔

اس نے اسپتال کا نقشہ بھی منظور کروالیا تھا۔ ایک کے ساتھ باہر دھوپ میں گھوم گھوم کر اس کی سرخ و سفید رنگت جھلسنے لگی تھی۔ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کے شوق میں وہ اس کے ساتھ گھنٹوں دھوپ میں جلتی۔ وہ روز اسکول کی تعمیر کا جائزہ لینے آتا۔ ٹھیکے دار اور مستریوں کے ساتھ مغز ماری کرتا پھر وہ انڈسٹریل ہوم کا بھی چکر لگاتا۔ کبھی تعمیراتی سامان آرہا ہے تو وہ بھاگ بھاگ کر ادھر جا رہا ہے۔ کوئی چیز کم پڑ گئی ہے تو وہ بھی اس کی درد سری۔

رنم سیال تو مرجھا کر رہ گئی تھی۔ اس تگ و دو کا پھل یا صلہ اسے ابھی تک ملا نہیں تھا۔ کیوں کہ وہ ایک تک نہ تو حال دل پہنچاپائی تھی اور نہ ہی اس کے منصوبے کے مطابق اس نے زیان کو طلاق دی تھی اگرچہ دونوں میں تعلقات سرد مہری کا شکار تھے۔ کیوں کہ ایک کے منہ سے کوئی نہ کوئی ایسی بات اس کے سوال کے جواب میں منہ سے نکل ہی جاتی تھی جس سے وہ واقف ہونے کے چکر میں مری جاتی۔ وہ بس اس کے ساتھ ہوتا تو ہر ٹائم اپنے پراجیکٹس کی باتیں کرتا۔ جیتی جاگتی رنم گویا اسے نظر ہی نہ آتی۔

☼ ☼ ☼

اب ہم نے کسی سے کچھ نہیں کہنا ہے
بھلے ہمیں زخم لگ جائے
بھلے وہ عمر بھر سِل نہیں پائے
ہمیں خاموش رہنا ہے
اب ہمیں کسی سے کچھ نہیں کہنا ہے
ہم نے رو کے دیکھا ہے
ہم نے شور مچا کے دیکھا ہے
اپنے زخم دکھا کے دیکھا ہے
پر ہوا کچھ نہیں حاصل
اب ہمیں کسی سے کچھ نہیں کہنا ہے
تمہیں گر یاد ہو تو
ہم نے تمہیں قصہ سنایا تھا
اپنا درد بتایا تھا
تم ہی بھر
عمر کے کرب کے مداوا بنے تھے
جلتے زخموں کی دوا بنے تھے
اور پھر!!!
ذرا جو وقت گزرا تو
زمانے کے چلن میں ڈھل گئے تم بھی
وقت کے ساتھ بدل گئے تم بھی
تمہیں تو بہت
زمانہ شناسی کا دعوا ہے
پھر کیوں نہ پہچان پائے تم
ہمیں کیوں نہ جان پائے تم
اب ہمیں تم سے کچھ نہیں کہنا ہے
ہمیں خاموش رہنا ہے
سب آنسو ہی کے
سب زخم ہی کے

زیان کا ایڈمیشن ہو گیا تھا۔ اس کی رہائش یونیورسٹی ہوسٹل میں ہی تھی زیان جا رہی تھی۔ افشاں بیگم بری طرح تپی ہوئی تھیں۔ وہ دندناتی ہوئی غصے میں عنیزہ کے پاس آئیں۔ انہوں نے غالباً" پہلی بار افشاں بھابھی کو اس طرح غصے میں دیکھا تھا۔

"بھابھی کیا بات ہے کیا ہوا ہے؟" انہوں نے ہولتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"ہونا کیا ہے میرے بیٹے کو سوشل ورک سے فرصت نہیں اور زیان گھر سے ہی جا رہی ہے۔ کسی کو کوئی فکر ہی نہیں ہے سب آنکھیں بند کر کے بیٹھے ہیں اور وہ جو موئی رنم میرے گھر میں ڈیرا ڈال کر بیٹھ گئی ہے کوئی پروا نہیں کسی کو۔ ارے میرا گھر اجڑ رہا ہے۔"

"اللہ نہ کرے بھابھی کہ آپ کا گھر اجڑے۔ آپ بیٹھیں میں پانی دیتی ہوں آپ کو۔" عنیزہ نے ہاتھ کا دباؤ ڈال کر انہیں پاس پڑے صوفے پہ بٹھا دیا۔ پانی پی کر ان کے حواس تھوڑے بحال ہوئے۔

"جب سے رنم یہاں آئی ہے میرے گھر کا سکون غارت ہو گیا ہے۔ ملک صاحب سے کچھ کہتی ہوں تو وہ

میری بات کو مذاق میں اڑا دیتے ہیں۔ ایبک سارا دن اس پر کٹی لومڑی کے ساتھ غائب رہتا ہے اور زیان اسے پوچھتی ہی نہیں۔" پر کٹی لومڑی کی اصطلاع پہ عنیزہ کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"وہ اس کے لیے میدان کھلا چھوڑ کر خود بھاگ رہی ہے یونیورسٹی۔ آ جائے معاذ اس سے بات کرتی ہوں۔ وہی میرا دکھ سمجھتا ہے۔ باقی سب اندھے گونگے اور بہرے بنے ہوئے ہیں۔" افشاں بیگم ایک بار پھر اشتعال میں آ رہی تھیں۔

"بھابھی زیان اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتی ہے باقی باتیں پریشان کن ہیں۔ آپ ایبک سے خود بات کریں یا میں ارسلان صاحب سے کہوں گی۔" عنیزہ کو زیان نے یہی بتایا تھا کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتی ہے۔ باقی اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ عنیزہ نے اسی حوالے سے بات کی تھی۔ باقی قصے کا انہیں علم ہی نہیں تھا۔ افشاں بیگم جوں جوں بتاتی جا رہی تھیں توں توں ان کی فکر بڑھتی جا رہی تھی۔ زیان نے ان تمام باتوں کی انہیں ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔

انہوں نے اپنے تئیں فرض کر لیا تھا کہ وہاب والا قصہ بھی دفن ہو چکا ہے۔ زیان کس عذاب سے گزر رہی ہے اس کا احوال اس کے چہرے اور آنکھوں میں رقم نہیں تھا۔

"مجھے رنم سیال کو اپنے گھر سے دفعان کرنا ہے۔ نوکرانیاں تک اس کے کرتوت سے واقف ہو گئی ہیں آنکھوں آنکھوں میں میرے بچے کو کھانا چاہتی ہے۔" رنم سیال محویت سے ایبک کو تکتی تھی جسے افشاں بیگم نے آنکھوں آنکھوں میں کھانے سے تشبیہ دی تھی۔

"زیان سے کہو ایبک کو ڈھیلا مت چھوڑے۔"

عنیزہ سرہلا کر رہ گئیں۔

ساتھ والے روم میں موجود زیان ان دونوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن چکی تھی۔ ایبک کو تو بس اس پہ فرد جرم عائد کرنی تھی اس کے بعد اس کی بلا سے وہ جو چاہے کرتی پھرے۔ ملک ارسلان نے یونیورسٹی میں اس کا ایڈمیشن کروایا تھا۔

وہ تیاری مکمل کر کے گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ ادھر اس کی گاڑی گیٹ سے باہر نکلی۔ ادھر ایبک کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ ایبک اسے دیکھ چکا تھا۔ ایبک کے ساتھ بیٹھی رنم سیال کو بھی زیان نے جی بھر کر دیکھا تھا۔ کس استحقاق اور دھڑلے سے وہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ زیان کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ اس نے چاہنے کے باوجود پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔

ایبک کے ساتھ ایک گھر میں ایک چھت تلے رہتے ہوئے اس درد کو برداشت کرنا کتنا مشکل تھا جو آج کل وہ سہہ رہی تھی۔ رنم سیال کی نگاہیں والہانہ ایبک کا طواف کرتیں وہ صبح سے شام تک باہر اس کے ساتھ رہتی۔ گھر آ کر بھی وہ ایبک کے ساتھ لگی رہتی۔ ادھر وہاب نے اسے طلاق کی خوش خبری سنائی تھی۔ معاذ اور وہ دونوں کسی نتیجے پہ پہنچنے کے انتظار میں تھے۔ آج کل معاذ کے ساتھ بھی اس کا رابطہ کم کم تھا۔

☆ ☆ ☆

گاڑی رکتے ہی ملک ایبک لمبے لمبے ڈگ بھرتا افشاں بیگم کی طرف آیا۔ اس نے زیان کو گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ جاتے دیکھا تھا۔ ایسے تو وہ کہیں بھی نہیں جاتی تھی ہمیشہ گھر کے افراد میں سے کوئی نہ کوئی اس کے ساتھ ہوتا۔

"می جان زیان کہاں گئی ہیں؟" اس کے لہجہ میں بے قراری تھی۔

"بیوی تمہاری ہے وہ اور پوچھ مجھ سے رہے ہو۔ ویسے آج اس کا خیال کیسے آ گیا ہے تمہیں۔ تم سوشل ورک کرو۔ انسانیت کے درد بانٹو اور وہ یونیورسٹی میں پڑھنے جائے۔" افشاں بیگم نے اپنی توپوں کا رخ سیدھے سیدھے اس کی طرف کیا تو وہ بوکھلا سا گیا۔

"اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہیں ہوش ہو تب نا۔" اس کے پیچھے آتی رنم پہ انہوں نے ترچھی نگاہ ڈالی اور مڑ کر چلتی بنیں۔ ایبک بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ رنم سیال نے اس کے کندھے پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

"تمہاری وائف تمہیں بتائے بغیر چلی گئی۔ ویٹس امیزنگ۔ دس از ناٹ فیئر۔" اس کے لہجہ میں مصنوعی تاسف تھا جبکہ اندر سے اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ ایبک نے اپنے کندھے پہ رکھے اس کے ہاتھ کو ہٹا دیا۔ ایک ثانیے کے لیے وہ شرمندہ ہوئی پھر نارمل ہو گئی۔

"ایبک چلو شہر چلیں۔ کسی اچھے ریسٹورنٹ میں لنچ کریں گے۔ رات میں بھی پاپا کے پاس رکوں گی کل آجائیں گے۔"

"میں نہیں جا سکتا بزی ہوں۔" ایبک نے کنپٹی مسلتے ہوئے کہا۔ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا۔

"اوکے تم ریسٹ کرو۔" اس نے فراخدلی سے کہا۔

☼ ☼ ☼

وہ ریسٹ کرنے کے لیے لیٹا تھا کہ شاید لحہ بہ لحہ بڑھتے سر درد سے نجات مل جائے، مگر درد اور سوچیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ زیان نے اسے بتائے بغیر یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا تھا کم از کم وہ اسے بتاتی تو سہی۔ وہ خود اسے ساتھ لے جاتا ایڈمیشن کرواتا۔ وہ ضدی اور خود سر لڑکی اس کی مانتی کہاں تھی۔ اوپر سے امی جان نے بھی اس پہ چڑھائی کر دی تھی۔ ایبک کو نیند ہی نہیں آرہی تھی۔ کچھ منٹ کے لیے اس کی آنکھ لگی تھی کہ باہر سے آتی تیز تیز آوازوں سے کھل گئی۔ وہ اٹھ کر ٹیرس کی طرف آیا اور نیچے آواز کے مرکز کی طرف دیکھا۔ وہاں معاذ موجود تھا حسب معمول شور مچاتا ہنستا مسکراتا۔ وہ امی جان اور پاپا سے مل رہا تھا پاس ہی بیگز اور سوٹ کیس پڑے تھے وہ یقیناً ابھی ابھی آیا تھا۔ ایبک نیچے اتر آیا۔

"تم نے اپنے آنے کی اطلاع ہی نہیں دی میں خود ایئرپورٹ پہ ریسیو کرتا تمہیں۔" اس سے گلے ملتے ایبک نے شکوہ کیا۔

"سنا ہے لوگ آج کل اپنے مہمان کے ساتھ بہت بزی ہیں اس لیے میں نے سوچا آپ کو اپنے مہمان کی ناز برداری میں مگن رہنے دوں۔" معاذ نے انتہائی لطیف انداز میں اس پہ چوٹ کی ایبک کچھ بول ہی نہ پایا۔ پہلے امی جان اور اب یہ معاذ..... معاذ امی جان کو بازو کے گھیرے میں لیے آگے کی طرف جا رہا تھا جب اچانک ایک کمرے سے رنم برآمد ہوئی۔

معاذ افشاں بیگم کے کندھے پہ رکھا ہاتھ ہٹاتا بڑے پرجوش انداز میں اس کی طرف بڑھا۔

"اوہ مس نینال۔ یہ آپ ہیں میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ اتنی زیادہ چینج ہو گئی ہیں کمیص شلوار سے ٹاپ اور ٹراؤزر پہ آگئی ہیں۔ سبحان اللہ! کیا ترقی کی ہے آپ نے۔ دوپٹا بھی غائب کر دیا ہے۔" رنم اس کے پے در پے جملوں سے بوکھلائی جا رہی تھی۔

"معاذ یہ نینال نہیں، رنم سیال ہیں ابو کے دوست احمد انکل کی بیٹی۔" ایبک نے معاذ کو ٹوکتے ہوئے اس کا تعارف کروایا تو رنم کی جان میں جان آئی۔

"کیوں مذاق کر رہے ہیں آپ۔ یہ نینال ہیں مس نینال۔ لباس بدلنے سے شخصیت بدل نہیں جاتی۔" پے در پے جملوں سے رنم کا اعتماد خوف بن کر ڈھے گیا تھا۔ نینال کہہ کر مخاطب کیے جانے پہ معاذ نے اس کا رکنا اور چونکنا واضح طور پہ محسوس کیا تھا۔ معاذ سے وہ ویسے بھی خائف رہتی تھی وہ رنگ میں بھنگ ڈالنے پھر آپہنچا تھا۔

ملک ایبک چھوٹے بھائی کو رنم سیال کے بارے میں بتا رہا تھا۔ معاذ کو دیکھ کر رنم کمرے میں جا چکی تھی۔ اس کا سامنا کرنا آسان نہیں تھا۔ وہ مستقل طور پہ واپس آگیا تھا۔ رات کے کھانے کے لیے نوکرانی اسے بلانے آئی تو رنم نے بھوک نہ ہونے کا عذر کر کے دروازہ بند کر لیا۔

☼ ☼ ☼

معاذ کھانے کے بعد دیر تک ایبک کے پاس بیٹھا رہا۔ زیان نے یونیورسٹی میں ایبک کو بتائے بغیر ایڈمیشن لیا تھا اس کے اس اقدام سے معاذ کو اس کی بے وقوفی پہ تاؤ آیا تھا۔ معاذ زیان اور ایبک کی وجہ سے بغیر بتائے اچانک واپس آیا تھا۔ اس معاملے میں خود کو، جان کر

بھی مزید لاعلم رکھنا حماقت کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اس نے براہ راست بھائی سے اس موضوع پہ بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

معاذ نے سب سے پہلے اسے وہاب کی کال ریکارڈنگ سنوائی۔ سنتے سنتے ایبک کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔

"یہ تم تک کیسے پہنچی؟"

"زیان بھابھی کی مہربانی سے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ کیا گورکھ دھندا ہے۔ میں بابا جان کے ساتھ احمد انکل کے گھر گیا تو وہاں ان کی بیٹی کے فوٹوگرافس دیکھ کر چونک گیا۔ ملک محل میں آ کر میں نے اشاروں سے جب نہناں سے کسی لڑکی کی مشابہت کا ذکر کیا تو وہ چونک گئی۔ میں نے بہت سے مواقع پہ اس کی گھبراہٹ نوٹ کی۔ میں نے اسے عنیزہ چچی اور ارسلان چچا کی باتیں چھپ چھپ کر سنتے دیکھا۔ زیان بھابھی کے لیے اس کی نفرت نوٹ کی۔ پھر اس کی پراسرار گمشدگی اور وہاب کا ٹپکنا۔ احمد انکل کی بیٹی کا حویلی میں نزول۔ ایک ہی سلسلے کی کڑیاں نہیں ہیں۔" وہ تائید چاہ رہا تھا۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

"بھائی جان کامن سینس کی بات ہے کوئی آپ کو اور بھابھی کو کیوں الگ کروانا چاہ رہا ہے۔ کس نے وہاب کو پیسے دیے ہیں وعدے یہ۔ نہناں اور رنم کا راز کیا ہے۔ اس سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے میں ان سب سوالوں کے جواب جان کر رہوں گا۔"

"تم کیا کرو گے؟"

"میں احمد انکل کے پاس جاؤں گا۔ ان سے پوچھوں گا اور آپ نے بھابھی کو کیوں جانے دیا۔ آپ ان کی طرف سے اتنے لاپروا ہو گئے ہیں۔" وہ پھر سے زیان کے ایڈمیشن والے واقعے کی طرف آ گیا تھا۔

"معاذ وہاب نامی یہ شخص یہاں مجھ سے بھی ملنے آیا تھا۔ اس نے زیان کے ماضی کے حوالے سے بہت سی باتیں کیں۔ وقتی طور پہ میں تھوڑی دیر کے لیے منفی انداز میں سوچنے لگا تھا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میں نے کوئی منفی قدم نہیں اٹھایا۔"

"بھائی جان ہر رشتہ اعتبار مانگتا ہے۔ جب اعتماد اور اعتبار دم توڑ جائے تو رشتہ بھی دم توڑ جاتا ہے۔ انسان دل میں ہی رشتوں کا قبرستان بنا لیتا ہے۔ زیان بھابھی نے اپنے فادر کے گھر سوتیلی ماں کے ساتھ بہت مشکل میں زندگی گزاری ہے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں اور خواہشات تھیں جو باوجود کوشش کے بھی پوری نہ ہو سکیں۔ لاشعور میں دبی لاحاصل تمناؤں نے انہیں اذیت پرست بنا ڈالا وہ تلخ ہوتی گئیں۔ ان کے دل میں بہت سی غلط فہمیاں تھیں جو یہاں آنے کے بعد آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئیں۔

بھابھی بہت زود رنج اور حساس ہیں آپ کو اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ زیان بھابھی اور میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ ایک قریبی دوست کی طرح مجھ سے سب کچھ شیئر کرتی ہیں۔ ان کی نظر میں میں نے یہ اعتبار محنت سے قائم کیا ہے ورنہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو آسانی سے اپنی ذات کے اندر کسی کو جھانکنے تک نہیں دیتے۔ اس لحاظ سے میں خود کو خوش قسمت تصور کرتا ہوں۔"

"واقعی معاذ تم خوش قسمت ہو۔ میں اس کے ساتھ اتنے قریبی رشتے میں منسلک ہوتے ہوئے بھی وہ کچھ نہ جان سکا جو مجھے جاننے کا حق تھا۔ اس نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔" وہ احساس زیاں میں گھرا ہوا تھا۔

"بھائی جان وہ کھونے کے احساس سے ڈرتی ہیں۔" معاذ نے بہت گہری بات کی۔

"معاذ اس طرح کے حالات میں کوئی بھی مرد بدگمانی کا شکار ہو سکتا ہے۔ میں انسان ہوں کوئی فرشتہ نہیں ہوں عام سا آدمی ہوں۔ میں نے جب اس سے بات کی تو وہ مجھے وضاحت دے سکتی تھی سب کچھ کلیئر کر سکتی تھی۔"

"بھائی جان جہاں محبت ہوتی ہے وہاں وضاحت کی کیا ضرورت۔ وہ سمجھتی ہیں کہ چونکہ وہ آپ سے محبت کرتی ہیں اس لیے انہیں کسی وضاحت یا صفائی کی

ضرورت نہیں۔"
ایبک کے لیے یہ انکشاف حیران کن تھا کہ وہ اسے محبت کرتی ہے۔ اس نے اپنے کسی عمل سے آج تک اظہار نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتی ہے۔ کتنی گہری تھی وہ۔ اور ایبک یہی سمجھتا رہا کہ زیان نے بحالت مجبوری اس کے ساتھ شادی کی ہے۔

"آپ محترمہ رنم صاحبہ کا بوریا بستر گول کریں۔ میں اپنی بھابھی کو اداس یا مایوس نہیں دیکھ سکتا۔ آپ وہاب پہ تھوڑا کام کریں۔ بہت سے باتیں اگلوا سکتے ہیں اس سے۔" معاذ نے مشورہ دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"میں ذرا بابا جان کے پاس جا رہا ہوں ان کے علم میں یہ باتیں لانا ضروری ہیں۔"

ایبک نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ خوب صورت خیالوں کی رو میں بہتا ہوا بہت دور تک جا چکا تھا۔ یہ احساس ہی کیسا خوش کن اور جانفزا تھا کہ زیان اس سے محبت کرتی ہے۔

☼ ☼ ☼

"تمہیں احمد کے پاس جانے یا پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ رنم جب گاؤں دیکھنے کے بہانے دوسری بار "ملک محل" میں آئی تو احمد نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔ میں اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتا۔ کیوں کہ اس نے مجھے سب بتا کر پیشگی معذرت کرلی تھی۔ رنم ضد میں اپنی بات نہ مانے جانے پہ گھر سے نکلی تھی کہ ایک اتفاق کے تحت وہ ہوٹل میں ارسلان اور عنیزہ سے ٹکرائی وہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔ یہاں کی مشکل زندگی اور بدلی ہوئی شخصیت کے ساتھ جینا رنم کو بہت دشوار لگا اور وہ لوٹ گئی۔
اس نے تسلیم کرلیا کہ وہ غلطی پہ تھی اس کے جذبات میں وقتی طور پہ ابال اٹھا تھا وہ ایسے نوجوان سے شادی کرے جو اسے بغیر جہیز اور مال و دولت کے قبول کرے۔ وہ سہولیات کے بغیر رہ نہیں سکتی۔ لیکن احمد نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ رنم ایبک کو پسند کرنے لگی ہے اور اسے حاصل کرنے کے لیے چالیں چل رہی ہے۔ تمہاری ماں نے کتنی بار شکایت کی، لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس کا شک درست ہو سکتا ہے۔" بابا جان نے اس کی بہت بڑی پریشانی بیٹھے بٹھائے حل کردی ہے۔ وہ اسی لیے اطمینان سے بیٹھے تھے کہ احمد انکل نے انہیں سب بتا دیا تھا سوائے ایک بات کے۔ وہ باپ تھے اپنے منہ سے کیسے بتاتے کہ رنم ایبک کو پسند کرنے لگی ہے اسے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ ان کی خوش فہمی میں حالات اس نہج تک جا چکے تھے اور انہیں خبر ہی نہیں تھی۔
"بابا جان اس مسئلے کو کیسے حل کرنا ہے؟" معاذ امید افزا نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔
"دیکھو معاذ! احمد سیال میرا بہت اچھا دوست ہے' میں اس کی بیٹی کو براہ راست کچھ نہیں کہہ سکتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایبک خود رنم کی حوصلہ شکنی کرے۔ وہ ضدی اور جذباتی لڑکی ہے ایسا نہ ہو کچھ الٹا سیدھا کر بیٹھے۔ ویسے میں احمد کو شرمندہ نہیں کرسکتا۔ اللہ بھی تو عیب چھپانے والوں کو پسند کرتا ہے۔ باقی میں اس گھر کا سربراہ ہوں۔ میرے جیتے جی زیان کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وہ میری آنے والی نسلوں کی وارث ہے میری بہو ہے اسے کوئی ٹیڑھی نگاہ سے بھی دیکھے میں برداشت نہیں کروں گا۔" ملک جہانگیر کے انداز میں عزم تھا۔ معاذ نے ہولے سے سر ہلایا۔

☼ ☼ ☼

معاذ اسے لینے کے لیے پہنچا ہوا تھا۔ پہلے تو وہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی پھر اس کے ساتھ لے جانے کے مطالبے پہ ناراض ہوگئی۔
"میں فی الحال گھر نہیں جاسکتی۔ میری پڑھائی ابھی ابھی اسٹارٹ ہوئی ہے سمسٹر کے اینڈ پہ چھٹیاں ہوں گی تو میں آجاؤں گی۔" اس نے روکھائی سے جواب دیا۔
"آپ یہاں پڑھائی کے چکر میں بیٹھی رہیں اور ادھر وہ آپ کے شوہر نامدار کو لے اڑے گی اس کے

ارادے بہت خطرناک ہیں۔" معاذ نے اسے ڈرانا چاہا پروہ ذرا بھی مرعوب نہ ہوئی۔

"جو چیز آپ کے نصیب میں نہ ہو' آپ کچھ بھی کرلو آپ کو نہیں مل سکتی۔ تمہارے بھائی نے مجھے کوئی بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا اور فیصلہ سنا دیا۔ میں اس کے نکاح میں ہوں اور وہ مجھے کسی بے جان گڑیا کی مانند وہاب کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ میں اپنی قسمت کا فیصلہ خود کروں گی تم جاؤ اپنا وقت ضائع مت کرو۔" صاف لگ رہا تھا وہ اس کی بات نہیں مانے گی۔ واپسی کے لیے مڑتے معاذ کے قدم بہت مایوس اور ست تھے۔

☆ ☆ ☆

ایبک نے گھر سے غائب رہنا شروع کردیا تھا۔ رنم کال کرتی تو وہ ریسیو نہ کرتا۔ اب کی جگہ وہ اسے ساتھ لے جانے سے احتراز کرتا۔ ہفتے بھر میں ہی رنم بور ہوگئی۔ اور پاپا کے پاس آگئی۔ وہ اسے دیکھ کر کھل اٹھے۔

"اب میرے پاس رہو۔ مجھے تمہاری کمپنی چاہیے۔ بوڑھا آدمی ہوں۔ جانے کب بلاوا آجائے۔"

"پاپا پلیز ایسی باتیں مت کریں مجھے ڈر لگتا ہے۔" وہ ناراض ہوگئی۔

"اپنا بچھڑنا زندگی کا حصہ ہے یہ حقیقت ہے۔"

"پاپا مجھے آپ سے نہیں بچھڑنا۔" وہ ضدی بچکانہ لہجہ میں گویا ہوئی۔

"ارے ہاں یاد آیا فراز تین چار بار تمہارا پوچھنے آچکا ہے۔"

"کیوں آیا ہے وہ یہاں؟" وہ غصے سے بولی۔

"ارے ملنا چاہ رہا تھا تم سے۔ تم لوگ اچھے دوست رہ چکے ہو۔" انہوں نے اسے کچھ یاد کروانے کی کوشش کی۔

"پاپا میں جب اس سے ہیلپ مانگنے اس کے پاس گئی تو اس نے میرے ساتھ بلف کیا۔ فوراً" آپ کو کال کرکے بتادیا کہ میں اس کے گھر میں ہوں۔" وہ ابھی تک پرانی ناراضی دل میں رکھے بیٹھی تھی۔

"اس نے تمہارے ساتھ بلف نہیں کیا بلکہ بھلائی کرنے کی کوشش کی تھی۔ تم ہمیشہ سے بے وقوف رہی ہو۔"

"ہاں پاپا آپ نے میری ذہانت کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔" اس نے منہ بسورا۔

"اور تمہارا کمپلیکشن ——— کتنا ڈارک اور ڈل ہورہا ہے بالوں کا بھی یہی حال ہے میرے بچے۔" احمد سیال نے اسے غور سے دیکھا تو اس کے سراپے میں آنے والی تبدیلیاں فوراً" نوٹ کرلیں۔

"پاپا میں دھوپ میں گھومتی پھرتی رہی ہوں نا اس لیے۔"

"تم گھر بیٹھو' ایڈمیشن لو اپنی پڑھائی اسٹارٹ کرو۔ یہ گاؤں میں سوشل ورک کرنا تمہاری صحت کے لیے اچھا نہیں ہے۔ دیکھو آئینے میں خود کو۔" پاپا نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر شیشے کے سامنے کھڑا کردیا۔ وہ کتنی کمزور اور روکھی پھیکی سی لگ رہی تھی۔ جلد بھی عجیب بدرنگ اور ڈل نظر آرہی تھی۔ وہ خود کو غور سے دیکھ کر ڈر سی گئی۔

"میں آج ہی سیلون جاتی ہوں۔" اس نے فوراً" پروگرام بنایا۔

رنم نے پورا ہفتہ پارلر میں اپنا حلیہ اسکن اور بال ٹھیک کروانے میں لگایا تھا۔ اسے واپس آئے چوتھا دن تھا جب فراز سے اس کی ملاقات ہوئی۔ وہ برابر اسے ملنے کے لیے آرہا تھا پر وہ گھر نہیں ہوتی تھی آج شومئی قسمت اس کی شکل دیکھنے کو ملی تھی۔ فراز اسے دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔

"رنم یہ تم ہی ہو یا تمہاری فوٹو کاپی ہے۔"

"کیا ہوا ہے مجھے؟" اس نے ایک دم اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا تھا۔ اس وقت وہ بھول بیٹھی تھی کہ وہ فراز سے ناراض ہے۔

"تم ایک دم تبدیل ہوگئی ہو۔ کہاں گئی وہ لڑکی جو محفلوں اور پارٹیز کی جان تھی اتنی ڈل اور اوڈ لگ رہی

ہو رہی تھی دیہاتی سی۔" فراز نے اسے چھیڑا تو وہ بدک گئی۔

"میں گاؤں میں سوشل ورک کر رہی ہوں نا۔" اس نے جیسے خود کو بہلایا۔

"سوشل ورک کرنا ہے تو اپنے شہر میں کرو۔ گاؤں میں مارے مارے پھرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دیکھو تو اپنا حلیہ۔ بالکل مڈل کلاس کی عورت لگ رہی ہو۔"

اف یہ طعنہ اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ وہ تو ایبک کی خاطر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شہر سے گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ وہاب کو پیسے دے کر ایبک کو زیان کی طرف سے بدگمان کروا کے طلاق دلوا دے گی اور پھر آرام سے اس کی شادی ایبک کے ساتھ ہو جائے گی، لیکن یہ تو بہت مشکل تھا وہ ایبک کے طلاق دینے تک گاؤں میں رکتی تو اس اسٹائلش پرسنالٹی کا کباڑا ہو جاتا جیسے ابھی ہو رہا تھا۔

رنم نے اس دن فراز کے ساتھ اپنے پسندیدہ ریسٹورنٹ سے ڈنر کیا بعد ازاں وہ اسے لانگ ڈرائیو پہ لے گیا۔ وہ بہت آرام سے گاڑی چلا رہا تھا۔

"رنم میں تم سے آج کچھ کہنا چاہتا ہوں اسے پہلے کہ دیر ہو جائے۔" فراز کا انداز بہت خاص تھا۔ رنم جو شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی ایک دم رخ موڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں بولو۔"

"رنم آئی لو یو۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ جب تم مدد مانگنے میرے پاس آئی تھیں تو میں اسی وقت تم سے یہ بات کہنا چاہتا تھا، لیکن میری بزدلی نے اجازت ہی نہیں دی۔ تم جس نوجوان کو ڈھونڈ رہی تھی وہ میں بھی تو ہو سکتا ہوں۔ میں تمہیں بغیر جہیز کے تمہارے پاپا کی حیثیت کے بغیر قبول کر سکتا ہوں میرے کہنے کا مطلب ہے کہ تم کچھ بھی مت لے کر آنا پھر بھی میں تم سے شادی کر لوں گا۔" رنم کی آنکھوں میں اچانک آنسو آ گئے تھے۔

"فراز تم یہ بات اس وقت بھی تو بول سکتے تھے نا جب میں گھر چھوڑ کر تمہارے پاس آئی تھی۔ تمہیں پتا بھی ہے میں ہوتا کہ میں نے گاؤں میں کیسی زندگی گزاری ہے۔ یہ چند ماہ جو میں نے پاپا سے تم سب سے دور رہ کر گزارے کتنے ہارڈ تھے تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہاں مجھے بے آسرا بے سہارا لڑکی کا ٹائٹل ملا تھا۔ میری قسمت اچھی تھی جو اللہ نے مجھے اچھے لوگوں سے ملوایا۔ تمہیں پتا ہے میں جہانگیر انکل کے گھر رہی ہوں وہی پاپا کے دوست۔" وہ روتے روتے بتا رہی تھی۔ فراز نے گاڑی ایک ذیلی سڑک پہ موڑتے ہوئے روک دی تھی اس نے ٹشو پیپر باکس سے ٹشو پیپرز نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

"ہاں احمد انکل مجھے بتا چکے ہیں۔ سوری میں نے تمہیں ہرٹ کیا۔" فراز نے معذرت کی۔

"تو تم مجھے آفیشلی پرپوز کر رہے ہو؟" اس نے بے یقینی سے فراز کو دیکھا۔

"ہاں! میں تمہیں پرپوز کر رہا ہوں۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو میری فیملی تمہارے گھر آئے؟"

"ہاں میں سوچوں گی۔" وہ مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ میں اس کا فیصلہ چھپا ہوا تھا۔ فراز کے اظہار نے اسے شانت کر دیا تھا۔

گھر جا کر اس نے پاپا کو بڑی بے تکلفی سے فراز کے ساتھ ہونے والی باتیں بتائیں۔ وہ خوش نظر آ رہی تھی۔ یعنی اس نے فراز کو قبول کر لیا تھا۔ احمد سیال کو اچھی طرح علم تھا کہ وہ تھوڑے دن میں ہی گاؤں سے اکتا جائے گی۔ اس لیے انہوں نے اسے اجازت دے دی تھی۔ وہ ایبک پہ اپنا حق جتا رہی تھی انہیں علم تھا کہ یہ سب وقتی ہے کیوں کہ وہ مشکلات برداشت کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔ کہاں وہ ایبک کی حصول کے لیے مری جا رہی تھی اور اب فراز کے پرپوزل کے آگے ڈھیر ہو گئی تھی۔ رنم سیال کے بارے میں وثوق سے کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ حیران کرنے کی صلاحیت سے مالا مال تھی کسی وقت کہیں بھی کچھ بھی کر سکتی تھی۔

☼ ☼ ☼

فراز کے پرپوزل نے رنم سیال کو ایبک اور گاؤں،

سوشل ورک سب کچھ بھلا دیا تھا۔ وہ ایبک کے ساتھ گاؤں میں صحت کی سہولتوں کی دستیابی کے لیے اسپتال بنوانا چاہ رہی تھی۔ ایبک نے اسپتال کے لیے اسے مفت زمین فراہم کی تھی۔ اس کا نقشہ بھی منظور ہوچکا تھا۔ فراز سے ملاقات سے پہلے تک اس کا ارادہ برقرار تھا۔ اسپتال کے لیے تعمیراتی سامان کی لاگت ایبک نے ٹھیکے دار سے معلوم کرلی تھی۔

اب تعمیراتی سامان آتا تو اسپتال کی تعمیر کا آغاز ہوتا۔ وہ بھول بھال گئی تھی حالانکہ صرف کچھ دن پہلے تک اس کا جوش و جذبہ برقرار تھا۔ اپنی افتاد طبع کے ہاتھوں مجبور رنم سیال اسپتال، سوشل ورک، غریب اور غریب کے مسائل سب بھول گئی تھی۔ ایبک نے اس کی ذرہ بھر بھی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔ وہ اسے بھول بھال کر فراز کے ساتھ محبت کے نئے سفر پہ گامزن تھی۔ فراز کی فیملی ان کے گھر آئی تھی۔

احمد سیال خوش تھے۔ انہیں رنم کا یہ کلاس فیلو پسند تھا۔ انہیں پوری امید تھی کہ فراز، رنم سے شادی کے بعد اسے سنبھال لے گا اور اس کی غیر مستقل مزاجی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ احمد سیال نے فراز کے گھر والوں کو ہاں کردی تھی۔

رنم، فراز کے ساتھ مارکیٹ کے چکر لگا رہی تھی۔ اسے منگنی پہ پہنا جانے والا ڈریس خریدنا تھا اسے کچھ پسند ہی نہیں آرہا تھا۔ راعنہ، کومل، اشعر، تینوں دوست رنم سیال کی کایا پلٹ پہ حیران تھے کہاں تو وہ بغیر جہیز کے شادی کے لیے مری جارہی تھی اور اب منگنی کے فنکشن کے لیے اعلا سے اعلا انتظامات پہ زور دے رہی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ اس کی منگنی کا فنکشن شاندار اور یادگار ہو۔ سب برسوں یاد رکھیں ایک دوسرے کو بتائیں کہ رنم سیال کی منگنی کیسے شاندار طریقے سے ہوئی تھی اس نے کتنا مہنگا ڈریس اور جیولری پہنی تھی کھانا کتنا اچھا اور ذائقے میں لاجواب تھا۔

منگنی کے عام سے فنکشن کے لیے اتنے اعلا پیمانے پہ انتظامات ہورہے تھے رنم کے قریبی دوستوں کو اندازہ تھا کہ رنم اور فراز کی شادی کیسی ہوگی۔ موجودہ نمائش اور پیسے کا زیاں۔ شان و شوکت کا مظاہرہ، شو آف۔ سب یاد رکھیں گے کہ احمد سیال کی بیٹی جیسی شادی تو اب تک ان کے سرکل میں کسی کی بھی نہیں ہوئی ہے۔

رنم سیال کے دل سے غریبوں کا درد نکل چکا تھا۔ ملک ایبک بھی فراز کی آمد کے بعد نکل چکا تھا۔ کیوں کہ اسے پتا تھا ایبک نے اس کی محبت کو کسی صورت بھی قبول نہیں کرنا تھا۔

رنم سیال کی منگنی کا دعوت نامہ ٹیبل پہ پڑا تھا۔ احمد سیال خود ملک جہانگیر کے پاس آئے تھے۔ کہاں تو رنم ایسے نوجوان سے شادی کرنا چاہ رہی تھی جو اسے بغیر جہیز کے تین کپڑوں میں قبول کرے اور اب اس کی منگنی کا فنکشن فائیو اسٹار ہوٹل میں ہورہا تھا۔ اس کا منگنی پہ پہنا جانے والا جوڑا ہی صرف لاکھوں روپے میں تھا۔ معاذ نے کارڈ دیکھ کر ہرے کا نعرہ لگایا۔

✡ ✡ ✡

معاذ کی شادی اس کی خالہ کی بیٹی سے ہورہی تھی۔ وہ اعتدال کو شروع سے پسند کرتا تھا۔ کسی کو بھی اس رشتے پہ اعتراض نہیں تھا۔ بس شادی جلدی میں ہورہی تھی کیوں کہ ملک جہانگیر کی طبیعت اچانک زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ زیان سب ناراضی بھلائے انہیں دیکھنے کے لیے گھر آگئی تھی۔ یہاں ملک محل بقعہ نور بنا ہوا تھا۔

معاذ کی مہندی تھی۔ ملک جہانگیر نے اسے دیکھتے ہی بازو کھول دیے۔ وہ بھاگ کر ان کے سینے سے لپٹی تھی۔

"میرے بغیر ہی شادی کررہے تھے آپ؟" وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"تمہارے بغیر اس گھر میں کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ جاؤ اچھی طرح تیار ہوجاؤ۔ ملکانی تمہارے انتظار میں ہے۔" ملک جہانگیر شفقت سے مسکرائے۔

وہ ان سے الگ ہوکر پلٹی تو دروازے پہ عنیزہ، ملک

ارسلان' افشاں بیگم اور معاذ سب کھڑے تھے۔ ایک شرمندہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آگئی۔ افشاں بیگم نے اچانک آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آؤ تیار ہو جاؤ۔" وہ بنا چوں چراں کیے ان کے ساتھ ہولی۔ وہ افراتفری میں تیار ہوئی۔ گہرے رنگ کے بھاری جوڑے میں وہ بے حد دل کش لگ رہی تھی۔ باہر سے مسلسل دروازہ پیٹا جا رہا تھا۔

"جلدی کرو باہر آؤ۔"

بڑے کمرے میں وہ دیگر لڑکیوں کے ساتھ مہندی کی سجاوٹ میں مصروف تھی۔ ہر طرف شور' ہنگامہ اور خوشی تھی۔ زیان مہندی کی سجاوٹی طشتریوں میں موم بتیاں سیٹ کر کے جلا رہی تھی۔ جب اس کی بے خبری میں اس کا دوپٹا جلتی موم بتیوں پہ جا گرا۔ ریشمی دوپٹے نے پل بھر میں آگ پکڑلی۔ زیان نے بدحواسی میں چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ سب لڑکیاں بجائے دوپٹے کو اس کے وجود سے الگ کرنے کے' دور ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ وہ زیان سے خوف زدہ تھیں کیوں کہ اس پہ عاشق ہونے والے جن کی مبالغہ آمیز کہانیاں انہوں نے بھی سن رکھی تھیں۔

ایک نے عقل مندی کی بھاگ کر ایبک کو بلا لائی کہ زیان بھابھی پہ جن آگیا ہے۔ وہ شدت سے اس کی آمد کا انتظار کر رہا تھا وہ نہ آئی تو ایبک نے خود جا کر اسے زبردستی لے کر آنا تھا۔ وہ مردانے میں تھا اس لیے اسے نہیں پتا تھا کہ زیان واپس آگئی ہے۔ وہ کچھ منٹ پہلے ہی اپنے کمرے میں آیا تھا۔ وہ نہا کر نکلا تھا شرٹ کے بٹن بھی پوری طرح نہیں لگائے تھے جب زیان پہ جن آنے کی خوش خبری ملی۔

وہ فوراً" بیڈ روم سے نکل کر ہال کی طرف دوڑا۔ لگ رہا تھا زیان نے اس بار اس کا تماشا بنوانے کے لیے زبردست پلاننگ کی ہے۔ وہاں عجیب سی ہڑبونگ مچی تھی۔ زیان کے دوپٹے کو آگ لگی ہوئی تھی اور وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔ باقی لڑکیاں اسے دیکھ کر خود بھی یہی کام کر رہی تھیں۔ اتنا کسی سے نہ ہو سکا کہ جلتا دوپٹا الگ کر کے دور پھینک دیتیں۔ دوپٹے کے جلتے کنارے نے زیان کی شرٹ کے دامن کو چھو لیا تھا۔ جب ایبک نے بجلی کی تیزی سے دوپٹا اس کے وجود سے الگ کر کے پھینکا۔

زیان کو کھینچ کر وہ اپنے ساتھ بیڈ روم میں لے آیا۔ زیان ڈر رہی تھی کیوں کہ ایبک کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا جانے اب یہ غصے کی سرخی تھی یا کسی اور چیز کی کیوں کہ ساری لڑکیاں چیختے ہوئے ایک بات دہرا رہی تھیں کہ زیان بھابھی پہ جن آگیا ہے۔ زیان نے اتنی آکورڈ سچویشن میں اس سے ملنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ایبک اس کے سامنے کھڑا تھا بالکل پاس۔

"زیان آگ نے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا۔" اس کے لہجہ میں بے قراری تھی۔ زیان نے حیران نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ تو یہ سمجھ رہی تھی کہ ایبک کمرے میں لا کر اس کی کلاس لے گا۔ اتنی نرمی کی وہ توقع نہیں کر پا رہی تھی تب ہی تو چند ثانیے بعد کمرے میں اس کی سسکیوں کی آواز گونج رہی تھی۔

"آئی سویر اس بار میری غلطی نہیں ہے ساری لڑکیوں نے خود ہی کہا کہ مجھ پہ جن آگیا ہے۔" روتے روتے اس نے ہر ممکن طور پہ اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔

"جن تو تم پہ سچ مچ آنے والا ہے آتم توش سے زیادہ زور آور اور طاقت ور" ایبک مسکراہٹ چھپانے کے لیے پلٹا تو زیان نے پیچھے سے اس کا کندھا پکڑ لیا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔" اس بار اس کے رونے میں شدت تھی۔

"تم نے ہی تو سب کچھ کیا ہے۔ اب معصوم بن رہی ہو۔" ایبک نے دروازہ لاک کر دیا اور پلٹ کر دوبارہ زیان کے پاس واپس آیا جو حد درجہ خوف زدہ نظر آرہی تھی۔ حالانکہ وہ دل میں ایبک سے ناراض تھی دھڑلے سے واپس گھر آئی تھی۔

"کہو تو تمہارے جرائم بتاؤں؟" ایبک نے اس کے دونوں بازو پکڑ لیے۔ وہ اب اس کے مقابل تھی۔ گھیر دار پاؤں کو چھوتے اسٹائلش فراک اور چوڑی دار پاجامے میں ملبوس بغیر دوپٹے کے ایبک اس کا ایک

ایبک اس کو شکست سے دیکھ رہا تھا۔

"اپنی مرضی سے تم نے سب کچھ کرلیا۔ مجھے ذہنی اذیت دی۔ مجھ سے محبت کرتے ہوئے بھی مجھے لاعلم رکھا، بچتی رہیں مجھ سے۔ بڑے دھڑلے سے مجھے کہا کہ اپنے بارے میں، میں خود فیصلہ کروں گی۔ گھر سے ہی چلی گئیں تم۔ فیصلہ کیے بغیر۔ میں تو انتظار ہی کرتا رہا۔ اتنے دن جو میں تم سے دور رہا خاموش رہا صرف اس لیے کہ تم اپنی غلطیوں سے سیکھو اور صرف ایک بار مجھے اپنا فیصلہ سناؤ۔ تم نے مجھے اپنی محبت سے لاعلم رکھا، لیکن میں تم سے محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا تمہیں بتا رہا ہوں صاف صاف۔ کیوں کہ میں تم سے محبت کرنا نہیں چھوڑ سکتا اور میں یہ بھی جان چکا ہوں کہ تمہارے صبر کا پیمانہ پوری طرح بھر گیا ہے۔ اب بھی اگر میں نے کوئی غلطی کی تو میرا حشر کردو گی۔"

مسکراہٹ ہونٹوں میں دبائے وہ انوکھے طریقے سے اعتراف محبت کررہا تھا۔ زیان زیادہ دیر حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن نہ رہ پائی تھی۔ ایبک نے اس کی کمر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے گرد باہوں کا حصار مضبوط کردیا تھا۔

"آپ چھوڑیں مجھے۔ آپ کو سب پتا تھا جب اچھی طرح سے آپ میرے جذبات سے آگاہ ہوچکے تھے، پھر یہ سب کرنے کی اجنبی بننے کی کیا ضرورت تھی۔" زیان نے اپنے ناخن ایبک کے بازو میں چبھونے کی کوشش کی۔

"میں ایسا نہ کرتا تو مجھے کیسے پتا چلتا کہ تم مجھ سے اتنی شدید محبت کرتی ہو، اتنی زیادہ کہ رنم کی محبت بھری نگاہ بھی میرے اوپر برداشت نہیں کرسکتیں۔" ایبک نے شرارت سے بولتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اچھا چلیں آپ باہر جائیں مجھے تبدیل کرنا ہے ڈریس۔" زیان نے اس کے بازو پرے کیے۔

"ایسا کرو آج برائیڈل ڈریس پہن لو۔" ایبک نے معصومیت سے کہا۔

"ہونہہ... کیوں؟"

"دل، میرا دل کررہا ہے۔" ایبک نے دوبارہ اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"پتا ہے روشنی کی ایک کرن میری مٹھی میں ہے۔"

"کون سی کرن؟"

"ملک ایبک۔" جواباً وہ کھل کھلائی۔

"یہ گمان نہیں ہے سراسر یقین ہے۔" وہ اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ وقت کی گردش اس سمے تھم گئی تھی۔ وہ گھڑی کی ٹک ٹک میں ایبک کے دل کی دھڑکنیں بھی گن سکتی تھی۔ ایبک کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔

"زیان۔" ایبک کی نگاہ سرگوشی بن گئی تھی۔

خاموشی اور سکوت۔ شوخ لمحوں کی آہٹ۔

زیان کا گمان یقین بن کر محبت کے سچے جذبوں پہ مہر ثبت کررہا تھا۔